مشنری تعلیم، تاریخی پس منظر اور ناپاک عزائم واقعات کی روشنی میں

مولانا محمد الیاس ندوی

یورپ میں عالمی سطح پر مسیحیت کے انتہائی ذہین تعلیم یافتہ و سنجیدہ لوگوں کا اجتماع ہوا کہ اسلام کے خلاف اب تک کی ان کی ناکام پالیسی کی جگہ کوئی دوسری متبادل منصوبہ بندی عمل میں لائی جائے، اس لئے کہ ان کے سالہا سال کے تجربے سے یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ اس دنیا سے مسلمانوں کا خاتمہ کسی بھی صورت ممکن نہیں، مشرق میں ان کو دبایا جاتا ہے تو مغرب سے وہ سر اٹھاتے ہیں، شمال میں ان کو ڈبو دیا جاتا ہے تو جنوب میں ان کا سورج طلوع ہوتا ہے، اب صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ان کو اس دنیا میں رہنے تو دیا جائے لیکن غیر شعوری طور پر اسلام، توحید اور عقیدہ خالص سے ان کا رشتہ اس طرح کاٹ دیا جائے کہ وہ نام کے مسلمان رہ کر مسیحیت کے لئے بھی بے ضرر ہو کر رہ جائیں، اس کے لئے اس کمیشن کی میٹنگ میں موجود ہر ممبر کو کئی کئی ماہ کا وقفہ صرف اس لئے دیا گیا کہ وہ سوچ سمجھ کر اور غور و فکر کے بعد کوئی ایسی قابل عمل تجویز کمیشن کے سامنے پیش کریں، جس سے ان کے مذکورہ بالا ناپاک عزائم کی تکمیل ہو سکے، یاد رہے کہ یہ وہ زمانہ تھا، جب دنیا سائنسی ترقی کے ایک نئے دور میں داخل ہو چکی تھیں، ذرائع ابلاغ کے لئے نئے وسائل ایجاد ہو چکے تھے، مسلمانوں میں آہستہ آہستہ تعلیمی بیداری و علمی شعور پیدا ہو رہا تھا، لیکن دوسری طرف بعض مسلم ممالک میں دولت کی فراوانی کے باوجود اکثر مسلم ممالک بالخصوص افریقہ کے ممالک معاشی بدحالی کے شکار تھے، اس لئے ان سب حالات، واقعات، انقلابات و تجزیات کو مدنظر رکھتے ہوئے کمیشن کے سامنے جو مختلف تجاویز زیر بحث آئیں، ان میں سے چند اہم مندرجہ ذیل تھیں۔

(۱)...... مسلمانوں کی عالمی سطح پر عمومی غربت و افلاس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے افریقہ و ایشیا کے پسماندہ مسلم ممالک کے بدحال مسلمانوں کو دولت کا لالچ دے کر ارتداد اور خروج عن الاسلام کی طرف آمادہ کرنے کی کوشش کی جائے، اس کے لئے یورپ اور امریکا مسیحی ممالک کی طرف سے اس میدان میں کام کرنے والی تنظیموں کی نہ صرف مدد کی

جائے، بلکہ اندرونی طور پر اس کی سرپرستی بھی کی جائے۔

(۲)......ذرائع ابلاغ کے نت نئے وسائل ایجاد ہو چکے ہیں اور مسلمانوں کا متمول و مالدار طبقہ اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے، اس لئے عمومی بداخلاقی اور بے حیائی کے پھیلتے رجحان اور مالدار عوام کی بے راہ روی کو دیکھتے ہوئے ان کے ذوق و مزاج کے مطابق فحش پروگرام پیش کر کے اس میں غیر شعوری طور پر ان کو مذہب سے دور کرنے کی بعض ایسی چیزیں شامل کی جائیں، جس سے آہستہ آہستہ خود بخود مسلمانوں کو اسلام سے نفرت ہونے لگے۔

ان دونوں تجویزوں کو فوری طور پر عملی جامہ پہنایا گیا، افریقہ و ایشیا کے پسماندہ مسلم ممالک میں عیسائی مشنریوں کا وسیع جال پھیلایا گیا، شفاخانوں اور رفاہی تنظیموں کے قیام کی آڑ میں اپنے ناپاک مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ افریقہ کے جنگلات و دور دراز علاقوں میں بسنے والے مسلمان اپنے مالی مسائل و معاشی مشکلات سے تنگ آ کر ان کے جال میں پھنسنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں کی تعداد میں مسلمان اپنا دین چھوڑ کر مرتد بھی ہوئے، ملیشیا، انڈونیشیا اور بنگلہ دیش وغیرہ کے اندر بھی ان کو اس سلسلے میں خاطر خواہ کامیابی ملی، انتہائی کسمپرسی کی حالت میں اسپتال میں داخل بے سہارا مسلمانوں کی مالی مدد کی گئی، اس سے ان کا متاثر ہونا فطری امر تھا، مصیبت کے وقت یہ لوگ ان کے پاس فرشتہ بن کر آئے تھے، فرط مسرت سے یہ ان کو اپنا ایمان و دین بھی دے بیٹھے اور ان کی ہمدردانہ باتوں سے جس میں اسلام سے نفرت پیدا کرنے والی بعض غیر شعوری باتیں داخل تھیں، متاثر ہو کر اسلام سے نکل کر عیسائیت میں داخل ہو گئے، بین الاقوامی سطح پر قائم ریڈ کراس اور جگہ جگہ قائم اس کی شاخیں اسی منصوبہ کا ایک حصہ تھیں، ضرورت مندوں کو قرضوں کی فراہمی، بے روزگاروں کو روزگار کی تلاش میں مدد، غریب طلباء کو وظیفے وغیرہ کے ذریعے بھی پھانسنے کی کوشش کی گئی، اگست 1994ء میں انڈونیشیا کے ایک چرچ نے یہ خبر جاری کی کہ اس کی کوششوں سے اب تک 65 ہزار افراد مسیحیت میں داخل ہو چکے ہیں اور ہر سال دس ہزار افراد کی شرح کے ساتھ اس میں مسلسل ترقی و اضافہ ہو رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ پر بھی دوسری تجویز کے مطابق مسیحیوں نے قبضہ کیا، اس سلسلے میں اسرائیل و امریکا میں مقیم یہودیوں سے بھی تعاون لیا گیا جو مسلمانوں کی دشمنی میں ان سے بھی دو قدم آگے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ بی بی سی، اسٹار ٹی وی، زی ٹی وی وغیرہ دنیا کے ہر ملک میں گھر گھر پہنچ گئی اور متمول طبقہ اس سامان عیش و تفریح کی آڑ میں نہ صرف بداخلاقی کی انتہا کو پہنچ گیا بلکہ غیر شعوری طور پر اسلام سے بھی دور ہونے لگا، چند سالوں کے بعد جب ان مسیحیوں نے اپنی کوششوں کا دوبارہ یورپ میں اکٹھا ہو کر جائزہ لیا تو ان کو احساس ہوا کہ ان دونوں تجویزوں پر عمل کے باوجود عالمی سطح پر تمام مسلمانوں کا فکری و ذہنی ارتداد کے لئے احاطہ نہیں ہو سکا ہے، دولت کے لالچ سے غریب طبقہ اور ذرائع ابلاغ کے توسط سے صرف مالدار طبقہ ہی ان کے جال میں پھنس رہا ہے، مسلمانوں کا درمیانی و اوسط طبقہ اب بھی ان کی دسترس سے باہر ہے، کوئی ایسی شکل ہونی چاہئے جو تمام مسلمانوں کا احاطہ کر سکے، بالآخر طویل سوچ بچار اور بحث و مباحثہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک صورت

ایسی ہے، جس سے مسلمانوں کا متوسط طبقہ بھی بہ آسانی ان کے ناپاک عزائم کا شکار ہوسکتا ہے، وہ یہ کہ اس وقت پوری دنیا کے مسلمانوں میں اپنی ناخواندگی کا احساس پیدا ہورہا ہے، ہر جگہ تعلیمی رجحان میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے، فی الحال تعلیم کا تعلق سیاست اور مذہب سے نہیں ہے، کیوں نہ جگہ جگہ تعلیمی ادارے قائم کرکے شروع ہی سے معصوم ذہن رکھنے والے نونہالوں کو اپنے قبضے میں لے کر ان کی ذہنی تربیت اپنے منشاء کے مطابق کی جائے اور ایسا نصاب تعلیم تیار کیا جائے جس سے مسلم طلباء کی اسلام کے سلسلے میں سوچ وفکر کو اس طرح بدل دیا جائے کہ یہی مسلم طلباء آگے چل کر اسلام کی مخالفت میں پیش ہوں، اس طرح اسلام کے گھر کو اسلام کے چراغوں ہی سے آگ لگائی جائے، اگرچہ انفرادی سطح پر یہ کام بہت پہلے سے ہر جگہ مسیحیوں کی طرف سے ہورہا ہے، لیکن اب اس کو اجتماعی طور پر اور وسیع پیمانے پر کرنے کی ضرورت ہے، مسلمانوں کی کشش وترغیب کے لئے ان سے کم سے کم تعلیمی معاوضہ لیا جائے بلکہ غریب طلباء کو تعلیمی وظیفے بھی دیئے جائیں تاکہ کوئی بھی طالب علم ہماری دسترس سے باہر نہ ہو، اعلیٰ معیار کی ابتدائی تعلیم گاہیں قائم کی جائیں، شروع شروع میں ان تعلیم گاہوں کے مالی خسارے کو مسیحی سرکاروں اور خانگی اداروں کی طرف سے برداشت کیا جائے چونکہ مسلمانوں کی دو یا تین آبادی اب بھی ہر جگہ دیہاتوں میں رہتی ہے، اس لئے وہاں جاکر کام کرنے والے مشنری ارکان کو شہر میں کام کرنے والوں کے مقابلے میں زیادہ تنخواہیں دی جائیں، شروع شروع میں مسلمانوں کی مذہبی نفسیات کو دیکھتے ہوئے یہ بھی طے پایا کہ ان مشنری اسکولوں میں مسلمانوں کی مقامی زبانوں اور ان کی مذہبی تعلیم کا بھی بندوبست کیا جائے تاکہ مسلمانوں کا دین پسند طبقہ بھی بآسانی اپنے بچوں کو ان کے حوالے کرسکے، ان بچوں کو ان کے مذہب کی اندھی مخالفت پر آمادہ نہ کیا جائے، بلکہ خود ان کو اس دوران مذہبی تعلیم سے آراستہ کرتے ہوئے اس میں سے ہی ان کو کیڑے نکالنے اور اعتراضات کی مشق کرائی جائے، اس عملی تجویز سے کمیشن کے تمام ممبران نے اتفاق کیا اور اس کو فوری طور پر عملی جامہ پہنایا گیا، جگہ جگہ دیکھتے ہی دیکھتے مشنری تعلیم گاہیں قائم کی گئیں، خود ان تعلیمی اداروں میں کام کرنے والے مسیحی اساتذہ کی ٹریننگ کے لئے خالص اسلامی ودینی تعلیم کے بڑے بڑے مدارس یورپ وامریکا میں قائم کیے گئے، جہاں ان کو قرآن وحدیث اور فقہ واسلامیات کی تعلیم دی جاتی تھی، تاکہ یہی اساتذہ آگے چل کر اپنی پوری معلومات کے ساتھ مسلم نونہالوں کے لئے فکری ارتداد کا مواد بآسانی فراہم کرسکیں، یہاں سے پڑھ کر اور فارغ ہوکر مستشرقین اتنے ماہر اور اسلامی علوم پر اس قدر گہری نگاہ رکھتے ہوئے نکلے کہ عالم اسلام کے سامنے احادیث مبارکہ کو حروف تہجی کے ساتھ پہلی دفعہ پیش کرنے کا سہرا انہی مستشرقین کے سر بندھا، عالم اسلام میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی ڈکشنری "المنجد" بھی انہوں نے ہی مرتب کی، ان کی اس آخری تجویز پر تیزی سے عمل کرنے کا نتیجہ یوں سامنے آیا کہ تیس یا چالیس سال سے علی الاعلان اسلام سے نکلنے والوں کی تعداد میں تو کمی آئی لیکن ذہنی وفکری ارتداد میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا، پہلے تو آدمی یا تو مسلمان رہتا یا علی الاعلان اسلام سے نکل جاتا، لیکن آج مشنری اسکولوں کی نحوست سے ایک نیا طبقہ مسلم دنیا میں پیدا

ہوگیا ہے اور بظاہر پکا مسلمان اور نماز روزے کا پابند ہے لیکن ذہنی وفکری طور پر وہ اسلام سے خارج ہو چکا ہے، اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج مطہرات پر غیر مسلموں کی طرح اعتراض ہے، اسلام کا قانون طلاق اس کی سمجھ میں نہیں آتا، قرآن میں بتائے گئے تقسیم میراث کے سلسلے میں وہ اعتراض کرنے میں ہندوؤں کے ساتھ شریک ہیں، یکساں سول کوڈ اور اسلامی قوانین سے دستبرداری کی آواز سب سے پہلے خود اس کی طرف سے آرہی ہے، اسلامی حدود یعنی زنا و چوری وغیرہ کے لئے رجم اور ہاتھ کاٹنے کی سزا کو وہ وحشیانہ وغیر انسانی عمل قرار دے رہا ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی بھی مسلمان ان اسلامی قوانین پر اعتراض کر کے مسلمان باقی رہ سکتا ہے، اسلام اتنا نازک ہے کہ صرف ایک قرآنی آیت کے انکار سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، چہ جائے کہ وہ اسلام کی بنیادوں پر شک کرے اور ایمان پر باقی رہے، ان مشنری اسکولوں کے چند مسلم طلباء وطالبات کا فکری وذہنی ارتداد ملاحظہ کیجئے:

اسی ملک کے ایک مسلم طالب علم سے جس کی ابتدائی تعلیم کانوینٹ میں ہوئی تھی، سرکاری نوکری کے لئے انٹرویو کے دوران جب ممتحن نے سوال کیا کہ اسلام میں مرد کو طلاق کا حق حاصل ہے، لیکن عورت اس حق سے محروم ہے، مرد کو ایک ساتھ چار بیویاں رکھنے کی اسلام میں اجازت ہے جب کہ عورت کے لئے اس طرح کی کوئی گنجائش نہیں، اس سلسلے میں بحیثیت مسلمان آپ کا کیا خیال ہے تو اس مسلم نوجوان نے بجائے اس کے کہ وہ ان اعتراضات کا جواب دے، کہنے لگا کہ مجھے خود ان اسلامی قوانین پر اعتراض ہے، عورتوں کے سلسلے میں یہ اسلام کی ناانصافی خود میری سمجھ سے بھی باہر ہے میرے خیال میں ان اسلامی قوانین میں تبدیلی کر کے عورت کو بھی مرد کی طرح بیک وقت چار شادیاں کرنے کی اجازت دینی چاہئے تا کہ دونوں کے درمیان مساوات قائم رہے۔

ایک مسلم طالب علم نے جب مشنری اسکول میں اپنے استاد سے یہ سنا کہ روزہ انسان کے لئے غیر فطری اور غیر ضروری عمل ہے، طبی نقطہ نظر سے چار پانچ گھنٹے تک مسلسل کچھ نہ کھانے پینے سے ایسی کمزوری ہوتی ہے جس کا اثر بڑھاپے میں ظاہر ہوتا ہے، جب یہ طالب علم اپنے گھر آیا تو اس نے اپنے خواندہ لیکن دیندار والد سے جنہوں نے اعلیٰ و معیاری تعلیم کے شوق میں اپنے اس لخت جگر کو کانوینٹ میں داخل کرایا تھا، پوچھا کہ کیا روزے سے واقعی جسم میں کمزوری ہوتی ہے اور یہ غیر ضروری عمل ہے تو وہ بے چارہ اس کے علاوہ کچھ جواب بچے کو نہیں دے سکا کہ یہ ہمارے خدا کا حکم ہے، لیکن اس کا لڑکا روزہ کے فوائد کو عقلی طور پر بھی ثابت کرنے کے لئے اصرار کر رہا تھا، کہنے لگا کہ کل سے میں بھی بلا وجہ روزہ رکھ کر اپنے کو نہیں تھکاؤں گا، جب تک آپ مجھے یہ نہ سمجھا دیں کہ اس سے کوئی فائدہ بھی ہے، اسی دوران دو تین دن میں، اس سے پہلے کہ اس کا باپ اس کو کسی کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کرتا، اسی طرح روزے کے انکار پر اس کا انتقال ہوا اور وہ خارج عن الاسلام ہو کر مرا۔

ایک کانوینٹ میں ایک بچے کا قلم اس کے بستے سے اس کی معلمہ نے چپکے سے نکال کر رکھ دیا، جب بچے نے اپنے

قلم کے گم ہونے کی شکایت کی تو اس سے کہا گیا کہ تم اپنے اللہ سے اپنا قلم واپس مانگو، اس نے بڑی آواز سے اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ! میرا قلم واپس کردے، بار بار مانگنے پر بھی جب اس کو اس کا قلم نہیں ملا تو وہ رونے لگا تو اس کی معلمہ نے کہا کہ اب ہمارے خدا عیسیٰ مسیح سے ایک دفعہ مانگ کر دیکھو، منصوبہ کے مطابق اس جگہ چھت پر نظر نہ آنے والا ایک چھوٹا سا سوراخ کیا گیا تھا جیسے ہی اس لڑکے کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "اے عیسیٰ مسیح میرا قلم واپس دو" تو وہاں سے اس کو گرا دیا گیا۔ اب لڑکے کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ نعوذ باللہ ہمارے خدا سے مانگنے پر تو قلم واپس نہیں ملا، عیسیٰ مسیح نے ہماری بات سن لی، گھر پہنچا تو اس لڑکے نے اس واقعے کو اپنی والدہ سے بیان کرکے اصرار کیا کہ وہ آج سے ہر چیز عیسیٰ مسیح سے مانگے گا، اس کی ماں نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے تجربے کی روشنی میں کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اسی روز وہ کسی کام سے بازار گیا ہوا تھا کہ گاڑی کے ایک حادثے میں جاں بحق ہوگیا، اب بتائیے کہ خدا کے بجائے عیسیٰ مسیح کو رب ماننے پر اس کا خاتمہ ہوا تو وہ مسلمان ہوکر مرا یا کافر ہوکر اور اس کا سہرا کس کے سر گیا، ظاہر بات ہے کہ اس کے لئے اس کے والدین ہی ذمہ دار تھے۔

ان مسلم بچوں کی ذہنی تربیت اس طرح کی جاتی ہے کہ وہ غیر شعوری طور پر اسلامی شعائر سے دور ہوتے جاتے ہیں، مثلاً صحت کے اصول بیان کرتے ہوئے سائنس کے گھنٹے میں بچوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ پیشاب کو زیادہ دیر تک روکے رکھنے سے مثانہ پر اثر پڑتا ہے، خطرناک قسم کی بیماریاں اس سے وجود میں آتی ہیں۔ بالخصوص سفر کے دوران جیسے ہی پیشاب لگے تو اولین فرصت میں اس سے فارغ ہونا چاہئے، پانی کے انتظار میں نہیں رہنا چاہئے، ایک مسلم بچہ نے جب یہ سنا تو اس نے صرف اس پر سفر میں عمل کرنا شروع کیا، آہستہ آہستہ بغیر پانی کے استنجا کرنا اس کی عادت بن گئی ہے اور وہ اپنے گھر میں بھی پانی کی موجودگی کے باوجود اس کے استعمال سے گریز کرنے لگا، اس طرح ایک فرضی نقصان سے بچنے کے لئے اللہ کے رسول کی لعنت کا مستحق بن گیا۔

ماں باپ کی بڑھاپے میں خدمت کی بچوں کو ترغیب دی گئی، اس طرح کہ اگر آپ کو ان کی خدمت کے لئے فرصت میسر نہ ہو تو ان کو ایسے لوگوں کے حوالے کریں جو وقت پر ان کا خیال رکھ کر ان کی خبر گیری کرسکیں، مشنری اسکول کے ایک سابق مسلم طالب علم جو اب جوان ہوکر برسر روزگار ہوچکا تھا، اپنے بوڑھے والد کو شہر سے دور سرکار کی طرف سے قائم بے سہارا بوڑھوں کے گھر داخل کرنے کے لئے گیا تو اس کی والدہ نے اس کو بہت سمجھایا کہ اس طرح نہ کیا جائے لیکن اس کا اصرار تھا، اس طرح ہمیں دی گئی تعلیم و تربیت کے مطابق ہمارے والد کی وہاں کے ملازمین کی طرف سے اچھی خدمت بھی ہوگی، چاہے اس کے لئے ماہانہ کچھ فیس ہی کیوں نہ ادا کرنا پڑے اور ان سب سے بڑھ کر ہمارے گھر سے وہ مستقل بوجھ بھی چلا جائے گا جس پر اب سوائے خرچ کرنے کے مالی آمدنی یا فائدہ کی کوئی امید نہیں ہے، گھر میں تو اس کی صحت اچھی رہتی تھی، جب اس سرکاری بے سہارا گھر میں اس بوڑھے باپ کو داخل کیا گیا تو غم و پریشانی سے اس کی صحت روز

بروز بگڑنے لگی اور چند ہی دنوں میں وہاں پر اس کا انتقال ہو گیا۔

ہندوستان میں ایک اسلامی ادارہ کی طرف سے بعض مشنری اسکولوں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا، تو یہ بات سامنے آئی کہ ان مشنری اسکولوں میں موجود عیسائیوں کی تعداد بیس فیصد سے زائد نہیں، ہندو طلباء کا تناسب دس فیصد کے قریب ہے، باقی ستر فیصد مسلم طلباء ہیں جس کی اکثریت متمول یا غریب طبقہ سے تعلق رکھتی ہے، مالدار والدین اپنے بچوں کو اس لئے یہاں داخل کراتے ہیں کہ ان کے نزدیک ان سے کم درجہ کے طلباء کے ساتھ ان کے لڑکوں کا سرکاری یا دوسرے خانگی اداروں میں داخلہ قطع نظر اس کے کہ وہاں تعلیم کا معیار اچھا ہے یا برا، ان کی توہین کے مترادف ہے، ایسے غریب طلباء کی بھی ایک بڑی تعداد ملی، جن کے سرپرستوں کی آمدنی ان کی ضروریات سے بہت کم تھی، لیکن اپنے بچوں کو تعلیم یافتہ بنانے یا جھوٹی ناموری کی دھن میں ان کے والدین نے قرضہ لے کر اور زیادہ تر چوری یا غبن کر کے ان کو کانوینٹ میں داخل کر دیا ہے، یہاں زیر تعلیم بعض مسلم طلباء کی دینی معلومات کا جب جائزہ لیا گیا تو ان کی بائبل کی معلومات قرآن سے زیادہ تھی، گھر میں اردو فارغ اوقات میں خانگی طور پر پڑھنے والے طلباء سے الف ب، ت سے بننے والے الفاظ پوچھے گئے، تو الف سے اللہ کے بجائے انجیل، م سے محمد کے بجائے مسیح اور ک سے کعبہ کے بجائے کلیسا بے ساختہ ان کی زبان سے نکل پڑا، وہ چرچ کو بیت اللہ، حضرت عیسیٰؑ کے ساتھیوں کو صحابہ اور بائبل کو دستور حیات و کتاب مقدس اور اس کے اقتباسات کو آیات سماوی کہہ رہے تھے، جب ان کے والدین سے مشنری اسکولوں میں ان کے بچوں کو داخل کرنے کی وجوہات پوچھی گئیں تو ان کا کہنا تھا کہ وہ ان کو اعلیٰ و معیاری تعلیم دلا کر ڈاکٹر، انجینئر اور سائنسدان بنانا چاہتے ہیں، ان سے کہا گیا کہ یہ سب ڈگریاں مسلم تعلیمی اداروں میں بھی پڑھا کر حاصل ہو سکتی ہیں تو ان کو شکایت تھی کہ مسلم اداروں کا معیار تعلیم پست ہے، ب اس کے لئے ثبوت مانگا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ ہر جگہ یہی مشہور ہے، ہم نے ہر ایک سے یہی سنا ہے، ان سرپرستوں میں سے کسی نے بھی اپنے بچوں کو مسلم تعلیمی اداروں میں داخل کر کے بذات خود اس کا تجربہ نہیں کیا تھا، مسلم اداروں کے بارے میں اس بدنامی کو پھیلانے میں خود ان مشنری اسکولوں کا ہاتھ تھا، حالانکہ تازہ سروے کے مطابق خانگی مسلم تعلیمی اداروں کا معیار تعلیم روز بروز بلند ہو رہا ہے، مسلسل محنت و جستجو کے نتیجے میں بعض شہروں میں مسلم اداروں کا معیار تعلیم بعض مشنری اسکولوں سے بھی بلند ہو گیا ہے، لیکن اس جھوٹ کو نفسیاتی اصولوں کے مطابق بار بار اتنی دفعہ دہرایا گیا کہ یہ جھوٹ بھی سچ معلوم ہونے لگا۔

غرض یہ کہ برصغیر میں ان مشنری اسکولوں نے ایسے مسلم طلباء و نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد پیدا کر دی ہے جو بظاہر تو مسلمان ہیں اور نماز روزہ کے پابند بھی، شناختی کارڈ اور ووٹر لسٹ میں مذہب کے خانہ میں اپنے کو بطور مسلمان ہی درج کرا رہے ہیں، لیکن ذہناً و فکراً وہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں، یہ وہ طبقہ ہے جو آج حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیارہ بیویوں کی موجودگی پر معترض ہے، مردوں کے لئے حق طلاق پر غیر مسلموں سے زیادہ ان کو اعتراض ہے، اسلام کے

قانون وراثت میں تبدیلی کی آواز خود انہی کی طرف سے آرہی ہے، مسلمانوں کے لئے تعدادِ ازواج کے شرعی حق کو ممنوع قرار دینے کی مانگ میں وہ غیر مسلموں کے ساتھ شانہ بشانہ نظر آرہے ہیں، ملک کی تاریخ میں اورنگ زیب اور سلطان ٹیپو شہید کو یہی مسلم طبقہ متعصب ومتشدد کہہ کر مطعون وملعون کررہا ہے، عہدوں ومناصب کے لالچ میں اور اپنی کرسی کو بچانے کی فکر میں حکومت کو خوش کرنے کے لئے مندروں میں حاضری اور شرکیہ وکفریہ اعمال ورسومات کی ادائیگی پر بھی اس کو ذرہ برابر عار نہیں ہے، یہ سب اسی تعلیم کا غیر شعوری اثر ہے، جو آہستہ آہستہ ظاہر ہورہا ہے، بقول مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ: ''یہ تاریخ اسلام کا سب سے المناک وخطرناک موڑ ہے، اگر اس طوفان خیز اور فکری ارتداد کی طغیانی کو روکا نہیں گیا تو آئندہ آنے والی نسلوں میں اسلام وایمان کے باقی رہنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے''۔ جب ان مشنری اسکولوں کے اسلام کے حق میں خطرناک عزائم سے آگاہ کیا جاتا ہے تو ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ تعلیم کا مذہب سے کیا تعلق ہے، اعلیٰ واچھی تعلیم کسی سے بھی حاصل کی جائے، اس میں کیا خرابی ہے؟...... جی ہاں! اگر کوئی مخلص ہوکر تعلیم وتربیت کا کام کرے تو کوئی بات نہیں، لیکن یہاں تو ان مشنری اداروں کے عزائم ہی خطرناک ہیں، وہ تعلیم وتربیت کی آڑ میں ان معصوم بچوں کو اسلام ہی سے برگشتہ کرارہے ہیں، جدید نفسیاتی تحقیق کے مطابق مصنف ومؤلف کے اخلاق کا بھی جب قارئین پر پڑتا ہے تو کسی استاد کی ذہنیت وکردار کا اثر کیونکر طالب علم پر نہیں پڑے گا، اسلام کی طرف سے نفس تعلیم مخالفت نہیں ہے بلکہ اس اساتذہ ومعلمات کی مخالفت کی جارہی ہے، جن کی نیتوں میں اسلام کے سلسلے میں فتور وخرابی ہے، اسلام کسی بھی فن یا علم کے حصول کا مخالف نہیں ہے، آج کے اس ترقی یافتہ دور میں سائنس وٹیکنالوجی کی تعلیم اسلام کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے لئے نہ صرف جائز بلکہ ایک حد تک ضروری ہوگئی ہے، قرآن کی سینکڑوں آیات کا تعلق آج کے جدید انکشافات سے ہے، علم جغرافیہ وتاریخ کے بغیر پچھلی امتوں کے حالات صحیح طور پر سمجھے نہیں جاسکتے، علم ریاضی کے بغیر اسلام کے ایک اہم رکن تقسیم میراث سے واقفیت ہو ہی نہیں سکتی، معاشیات کا علم تو قرآن کے اعجاز کو سمجھنے کے لئے از حد ضروری ہے، اسلام میں جدید وقدیم کی کوئی تقسیم نہیں، یہ سب علوم تو بہت پرانے ہیں، اب جب صرف نام بدل گئے ہیں تو ہم اس کی مخالفت کیوں کرسکتے ہیں، اسلام عیسائیوں اور یہودیوں کی گود میں اپنی اولاد کو دینے کی مخالفت کررہا ہے جو کسی بھی صورت میں ہمارے مخلص وہمدرد نہیں ہوسکتے، اب تو اچھے اور معیاری مسلم اداروں کا بھی کسی بھی علاقے میں رونا رویا نہیں جاسکتا، فرض کیجئے کہ ہمارے معیاری تعلیم کی دھن میں بچوں کے اسلام کا خطرہ اور غیر شعوری طور پر ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے، وہاں سو فیصد نمبرات سے مسلم بچے کا کامیاب ہوکر ایمان سے ہاتھ دھونے سے اچھا ہے کہ آدمی ناخواندہ ہی رہے، اس سے آخرت میں تو کامیابی یقینی ہے، بعض سطحی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے گھر میں الگ سے ان کی دینی تعلیم کا بندوبست کرتے ہیں، ان کی نمازوں کا خیال رکھتے ہیں، مسجدوں میں پابندی سے ان کو بھیجتے ہیں، ٹھیک ہے آپ نے ان کے ظاہری ایمان کی نگرانی کی اور ان کی قلبی وحقیقی ایمان کی آپ کے پاس کیا ضمانت ہے؟ نمازوں کی

پابندی کے باوجود اسلامی قوانین پر ان کو شک نہ ہونے کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ ان کی تعلیم کے اثر سے اسلام کے سلسلے میں ان کا دل مطمئن ہے، اس کی کیا گارنٹی ہے؟ آپ اگر کہیں کہ ذہنی وفکری ارتداد تو دو یا چار فیصد مسلم طلباء میں ہوتا ہے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ آپ کا بچہ ان دو یا چار فیصد ذہنی مرتدین میں شامل نہیں ہوگا، پھر کیا وجہ تھی کہ تسلیمہ نسرین کے والد عالم تھے، سلمان رشدی کا گھرانہ دیندار تھا، جسٹس ہدایت اللہ اسلامی ماحول کے پروردہ تھے، عصمت چغتائی نے ایک دیندار گھرانے میں آنکھ کھولی، خواجہ احمد عباس کا پورا خاندانی پس منظر دینی اعتبار سے قابل رشک تھا، محمد علی چھاگلہ، حمید دلوائی، عارف محمد خان، سکندر بخت اور عباس نقوی بھی تو نماز روزے کے پابند بتائے جاتے ہیں لیکن ان کے والدین وگھر والوں کی دینداری واسلام پسندی بھی ان کو ان کی تعلیم گاہوں کے ناپاک وغیر محسوس اسلام مخالف اثرات سے بچا نہیں سکی، جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنی اولاد کے ایمان پر مرنے کا یقین نہیں تھا تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے دشمنوں کی گودوں میں پل کر بھی ہماری اولاد دین ہی پر مرے گی، امام بخاری، امام ترمذی جیسے جلیل القدر علماء کے گھر والوں اور نسلوں میں بھی بے دینی کا سیلاب پہنچ سکتا ہے تو ہم جیسوں کا تو خدا ہی حافظ ہے۔

اس وقت سب سے بڑی ضرورت اپنی نسلوں میں ایمان کی حفاظت ہی کی تدبیروں کی ہے، اب زبانی مرتدین کا خطرہ تو بہت کم ہوگیا ہے، لیکن ایمان ذہنوں سے اس طرح رخصت ہو رہا ہے کہ والدین وسرپرستوں کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا، یہ سب ان مشنری اسکولوں کی منصوبہ بند پالیسی کا اثر ہے جو اب آہستہ آہستہ ملک ومعاشرہ میں ظاہر ہو رہا ہے۔

آدمی کو معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرنے کے لئے اعلیٰ ومعیاری تعلیم کی ضرورت نہیں، تجربات کی روشنی میں کم درجہ کی تعلیم بھی آدمی کو اس کی محنت اور جدوجہد اور سب سے بڑھ کر توفیق خداوندی سے اونچے سے اونچے مقام پر پہنچا سکتی ہے، نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام، مسلم دنیا کو ایٹم بم سے واقف کرنے والے ڈاکٹر عبدالقدیر اور اگنی و پرتھوی میزائل کے بانی ڈاکٹر عبدالکلام کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں جن میں سے اکثر کی ابتدائی تعلیم خود ان کے کہنے کے مطابق اردو میڈیم اسکولوں میں ہوئی لیکن یہ لوگ آج بھی عالمی سطح پر سائنس کے میدان میں چوٹی کے عیسائی ویہودی سائنس دانوں کا مقابلہ کر رہے ہیں، خود ہندوستان میں سب سے اعلیٰ سرکاری عہدوں آئی اے ایف ایس، آئی پی ایس میں موجود چند مسلم عہدیداروں سے بات چیت کی گئی تو ان کی بھی ایک بڑی تعداد اردو میڈیم پاس کرنے والوں ہی کی نکلی، خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کم صلاحیت کے باوجود بھی دنیا میں اپنا مقام پیدا کرسکتا ہے، بشرطیکہ مسلسل محنت وجدوجہد سے کام لے اور خدا سے اس کی توفیق بھی مانگتا رہے، اللہ سے دعا ہے کہ ملت اسلامیہ فکری ارتداد کے خطرہ کو محسوس کرے اور اپنی آئندہ آنے والی نسلوں میں ایمان کی حفاظت کی فکر وتدبیر کرے۔ آمین

☆......☆......☆